ذکر اللہ کی اعلیٰ منازل تک پہنچانے والا رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور یہی رسولؐ ظلمت سے نور میں لے جانے والا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ ؍دسمبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا‌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ ۛۚ ۖ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ‌ۛۚ قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا ۙ‏ ﴿۱۱﴾ رَّسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ‌ ؕ وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا يُّدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ‌ؕ قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزۡقًا‏ ﴿۱۲﴾ (الطلاق: ۱۱، ۱۲)

پھر فرمایا:۔

آج بھی خطبے کے آغاز میں دو اجتماعات کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک لجنہ اماء اللہ سنگا پور کا ساتواں سالانہ اجتماع 4 ؍دسمبر کو یعنی کل منعقد ہو رہا ہے اور ایک ہی دن جاری رہے گا۔ دوسرا مجلس انصار اللہ ساؤتھ ریجن USA کا سالانہ اجتماع کل اور پرسوں یعنی 4، 5 ؍دسمبر کو منعقد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں اجتماعات کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور احمدیت کے سامنے جو نئی صدی کے نئے تقاضے ابھر رہے ہیں ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان اجتماعات کو خصوصیت سے ان نئے تقاضوں

کے پیشِ نظر ترتیب دیا کریں کیونکہ جیسا کہ میں آج کل خطبات میں ذکر کر رہا ہوں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نئی قومیں احمدیت میں داخل ہونے والی ہیں اور ہو رہی ہیں اور ان کے نتیجے میں کثرت کے ساتھ تسبیح کی ضرورت ہے اور استغفار کی ضرورت ہے اور تسبیح اور استغفار کا تعلق ذکرِ الٰہی سے ہی ہے۔

یہ مضمون قرآن کریم نے مختلف جگہ مختلف سورتوں میں باندھا ہے لیکن تسبیح بھی ایک ذکر ہے اور استغفار کی قبولیت بھی ذکر پر مبنی ہے۔ اہلِ ذکر کا استغفار زیادہ قبول ہوتا ہے اور جو ذکر سے عاری ہوں ان کے استغفار کی کوئی حقیقت نہیں ہوا کرتی۔ پس ذکرِ الٰہی پر جیسا کہ سنت سے ثابت ہے زور دیں اور ذکرِ الٰہی میں چونکہ اول نماز ہے اس لئے نماز کے قیام کی کوشش کریں اور نماز کے قیام کی کوشش میں نماز با ترجمہ سیکھنا، نماز کے آداب سکھانا، نماز پر قائم کر دینا، نماز با جماعت کی عادت ڈالنا، اس کے تمام لوازمات سے آگاہ کرنا یہ سارے امور ہیں۔ پس ایک روزہ اجتماع میں جس حد تک بھی ممکن ہے اس کی کوشش کر دیکھیں مگر ایک روز میں یہ کام ہونے والے نہیں ہیں۔ قیامِ نماز کا تعلق تو ساری زندگی سے ہے۔ آغاز سے آخر تک نماز کے قیام کی کوشش میں ہی مومن کی زندگی صَرف ہو جاتی ہے۔ پس ایک روزہ اجتماع میں ان کو کچھ سبق تو آپ دیں گے۔ وہ ضرور دیں لیکن اجتماع کے بعد کی مسلسل نگرانی یہ ہے سب سے اہم بات اگر اجتماع کو آپ بیج بونے کا دن قرار دے لیں اور بیج بو کر اس سے غافل ہو جائیں تو اس بیج سے آپ کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ پھوٹے بھی اگر اس کے چگنے والے اس کو نہ بھی چگیں اور وہ پھوٹ جائے تو پھوٹنے کے بعد مختلف جانور اس کو چر جاتے ہیں، بغیر پانی کے بعض دفعہ سوکھ کے مر جاتا ہے۔ پس اس بیج کا پھوٹنا جس کا نگران کوئی نہ ہو۔ ایسا ہی ہے جیسے کسی کی قسمت پھوٹ جائے، کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

تو اجتماعات بھی بیج بونے کے دن ہیں ان دنوں میں اچھے نیکی کے بیج بوئیں اور پھر ان بیجوں کی نگرانی کریں، کیسے پھوٹتے ہیں اور پھر ان کی کیسی حفاظت کی ضرورت پیش آتی ہے، کیا کیا محنت ان پر کرنی پڑتی ہے؟ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے سارے سال کی تربیت کے پروگرام بنائیں۔ پس ہر اجتماع کے بعد ایک Fallow up پروگرام بھی ہونا چاہئے یعنی اجتماع میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی مسلسل نگرانی کہ وہ کس حد تک لوگوں نے یاد رکھا، کس حد تک اس سے استفادہ کیا، کس

حد تک بعد میں واقعہ ہونے والے اعمال کی طرف توجہ ہوئی یا نہ ہوئی ؟ یہ جو میں نے بیان کیا بعد میں واقع ہونے والے اعمال یہ مشکل سا محاورہ بن گیا ہے لیکن میرے ذہن میں ایک مضمون ہے اس کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر اجتماع کے بعد کچھ نیکیاں دل میں جنم لیتی ہیں، کچھ نیک تمنائیں دل میں پیدا ہوتی ہیں، نیک ارادے لے کر لوگ واپس لوٹا کرتے ہیں۔ وہ سب بے کار جاتے ہیں اگر بعد میں کوئی اعمال واقع نہ ہوں اعمال ان کا تتبع نہ کریں۔ ان سے تعلق رکھنے والے اعمال ظاہر ہونے نہ شروع ہو جائیں۔ تو یہ جو میں نے کہا کہ بعد میں واقع ہونے والے اعمال اس سے مراد یہ تھی کہ ہر اجتماع کے وقت جو نیک ارادے دل میں پیدا ہوتے ہیں نئی تمنائیں، نئی امنگیں کروٹیں لیتی ہیں ان کا پیدا ہونا اور ان کا دل میں ایک ہنگامہ پیدا کر دینا محض جذباتی چیز ہوگا اگر اس کے بعد نیک اعمال ان کے نتیجے میں پیدا نہ ہوں اور وہ مستقلاً آپ کی زندگی کا حصہ نہ بن جائیں۔

پس اجتماع بہت ہی اچھی چیزیں ہیں لیکن اجتماع اگر وہیں ختم ہو جائیں جہاں ان کے ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے تو بالکل ایک بے کار کوشش ہے اس کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ پس جو بھی آپ نے پروگرام ان اجتماعات میں رکھے ہیں لجنہ کے ہوں یا انصار اللہ کے بعد میں ان کی نگرانی کریں ساتھ ساتھ چلیں۔ دیکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جب آپ کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ یہ اس بچے کو دریا میں بہا دو اور خوف نہ کرو۔ بظاہر اتنا ہی کافی ہونا چاہئے تھا کہ خدا نے کہہ دیا کہ خوف نہ کرو لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہدایت تھی کہ اس کی نگرانی کرو اس کی پیروی کرو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی بہن ساتھ ساتھ کنارے کنارے چلتی رہی ہیں۔ دیکھنے کے لئے کہ یہ صندوق جس میں یہ بچہ بند ہے اس سے کیا ہوتا ہے، کون اس کو پکڑتا ہے کیا واقعہ رونما ہوتا ہے؟ اور وہی تتبع تھا جس نے بعد میں جا کر اور بابرکت صورتیں اختیار کر لیں۔ پس ساتھ ساتھ جا کر دیکھنا یہ زمینداروں کا روزمرہ کا پیشہ ہے۔ پانی چھوڑتے ہیں کھیت کے لئے ہر ایک کے ساتھ ساتھ یعنی اس نالی کے ساتھ ساتھ جس میں پانی جاتا ہے چلتے ہیں دیکھتے ہیں کہیں کوئی سوراخ تو نہیں ہے۔ اور پھر جب کھیت تک وہ پانی پہنچ جاتا ہے پھر بھی کئی دفعہ اس کھیت کے چکر مارتے ہیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہیں سے ٹوٹ تو نہیں گیا، کہیں زیادہ تو نہیں آ رہا، کہیں کم تو نہیں رہ گیا۔ پس قرآن کریم نے جو تربیت کے رنگ ہمیں سکھائے ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔ اس پہلو سے اجتماع تو ایک آغاز ہے بس جس کو آپ اختتام کہتے

ہیں وہ ایک اختتام نہیں ہے۔ وہ آغاز ہے اور آغاز کے بعد پھر سارا سال اگلے اجتماع تک یہ مسلسل محنتیں جاری رہنی چاہئیں۔

اب اصل مضمون کی طرف یعنی ذکر الٰہی کے مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے یعنی ان آیاتِ کریمہ کے حوالے سے واپس آتے ہوئے جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ میں ایک اور بات کی وضاحت کرنی چاہتا ہوں جس کا تعلق لجنہ اماء اللہ ہی سے ہے۔ گزشتہ ایک خطبے میں میں نے یہ نصیحت کی تھی کہ اپنے شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر ایسی بدرسومات میں مبتلا نہ ہوں جو احمدیوں کو زیب نہیں دیتیں اور ایک دفعہ یہ بدرسومات آپ کی تقریبات میں رہ پا گئیں تو یہ بیماریاں ہمیشہ کے لئے چمٹ جائیں گی اور بڑھتی رہیں گی اور پھر آپ ان کا کوئی علاج نہیں کر سکیں گی۔ بعض مثالیں میں نے دی تھیں اور بعض نصیحتیں کی تھیں۔ اس سلسلے میں لجنہ کی طرف سے ایک معین سوال میرے سامنے رکھا گیا ہے وہ صدر لجنہ لکھتی ہیں ایک جگہ کی کہ لاہور میں کراچی میں اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں اب روزمرہ یہ رواج بن گیا ہے کہ بیاہ شادی کے مواقع پر ہوٹلوں سے ٹھیکے کئے جاتے ہیں اور ہوٹلوں کے بہرے مردوں میں بھی اور عورتوں میں بھی انتظام سنبھالتے اور ان کو کئی دفعہ اندر داخل ہونا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ برتن لگانے کے لئے بعض دفعہ دیکھنے کے لئے اور کسی کھانے کی ضرورت ہے کہ نہیں غرض یہ کہ ان کا آنا جانا تو رہتا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ بعض خواتین نے اس خطبے سے یہ تاثر لیا ہے کہ آئندہ اگر ایسا واقعہ کہیں ہوا تو وہ مخلصین جن تک میری آواز پہنچی ہے کہ قرآنی تعلیم کے پیشِ نظر ایسی جگہوں سے جہاں خدا تعالیٰ کے احکامات کی بے حرمتی ہو رہی ہو اٹھ کر آجایا کریں۔ وہ لکھتی ہیں کہ بعض ایسی خواتین نے یہ مطلب لیا ہے کہ اگر کوئی ہوٹل کا بہرہ کبھی اندر آیا تو اس وقت بھی سب کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کر باہر چلی جائیں۔ جہاں تک سب کے فرض کا تعلق ہے یہ فرض تو ہر شخص کے اوپر مختلف شکل میں عمل دکھائے گا کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قائم کردہ محرمات ہیں ان کے خلاف ہے کہ نہیں۔ بعض صورتوں میں تو واضح ہوا کرتا ہے بعض صورتوں میں متشابہات سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی بعض خواتین جن کا اپنا اخلاقی معیار بہت بلند ہے۔ بعض دفعہ وہ چھوٹی باتوں پر بھی ناپسندیدگی کا اظہار کرتی ہیں سمجھتی ہیں کہ یہ مکروہ چیزیں ہیں جو ہمارے اندر نہیں ہونی چاہئیں۔ بعض ایسی خواتین ہیں جو روزمرہ کے

معاشرے اور تمدن میں حصہ لینے کے نتیجے میں اتنا دور ہٹ چکی ہوتی ہیں کہ اسلامی معاشرے کا صحیح تصور ان کے ذہن میں نہیں رہتا اسلامی تمدن سے بھی پوری واقفیت ان کو نہیں رہتی۔ چنانچہ بعض باتیں جو معیوب ہیں وہ ان کو معیوب دکھائی نہیں دیتیں۔ وہ سمجھتی ہیں کچھ نہیں چلو ٹھیک تو ہے ساری دنیا اس طرح کر رہی ہے۔ ہم کیوں نہ کریں، ہم کیوں پرانے زمانے کی عورتیں بن کر بیٹھی رہیں؟

تو ان دو قسموں کی عورتوں کے درمیان مختلف قسم کی منازل ہیں کوئی ایک طرف مائل ہے کوئی دوسری طرف مائل ہے۔ کوئی ایک انتہاء کی طرف ہے کوئی دوسری انتہاء کی طرف ہے۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو درمیانی رہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا ردعمل ایک نہیں ہوگا۔ ہر چیز پر ہر ایک کا اپنا ایک ردعمل ہوگا۔ ایک چیز تو میں پھر دوبارہ یاد دلانی چاہتا ہوں کہ میں نے یہ نصیحت کی تھی کہ ردعمل اس طرح نہ دکھائیں کہ وہ تقریب بالکل برباد ہو کے رہ جائے اور جو غیر ہیں ان پر بھی یہ اثر پڑے کہ ان کا بائیکاٹ ہو گیا ہے، ان کو ذلیل و رسوا کر دیا گیا ہے۔ خوشی کے موقع پر ایک غم کی تقریب بن جائے یہ مناسب نہیں ہے جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ کم سے کم دل شکنی جو ہو سکتی ہے اس سے زیادہ نہ ہو بعض دفعہ ایک معیوب بات کے متعلق اظہار کرنا پڑتا ہے، ایک ناپسندیدگی بغیر بیان کے صرف اداؤں سے تو نہیں ہوتی بعض دفعہ بیان بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس سے کچھ دل شکنی بھی ہوتی ہے لیکن حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا طریق یہ تھا کہ اگر زبان سے کام لئے بغیر بات ہو جائے اور اس طرح کسی کی دل شکنی نہ ہو تو آنحضور ﷺ یہی طریق اختیار فرمایا کرتے تھے۔

پس عَبَسَ وَ تَوَلّٰی والے واقعہ میں یہی پاک نمونہ آپؐ سے ظاہر ہوا۔ آنحضور ﷺ ایک کسی قبیلہ کے سردار سے محو گفتگو تھے تبلیغ ہو رہی تھی، اس کو سمجھا رہے تھے کہ اسلام کیا چیز ہے اتنے میں ایک صحابی جو نابینا تھے یعنی آنکھوں سے اندھے تھے مگر دل کے بینا۔ وہ حاضر ہوئے اور ان کو پتا نہیں تھا کہ کون بیٹھا ہے اور کس طرح مصروف ہیں۔ انہوں نے ایک دو بار دخل دیا اور اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضور کریم ﷺ نے زبان سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا لیکن ماتھے پر بل پڑ گئے اور یہ ناپسندیدگی کا اظہار کم سے کم ضروری اظہار تھا۔ اس مہمان کو بتانے کے لئے کہ تمہاری عزت افزائی کی خاطر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ہماری باتوں میں کوئی مخل ہو

لیکن اس نیک صحابی کی دلداری کی خاطر اس رنگ میں اظہار فرمایا کہ اس کو پتا بھی نہیں لگا کہ مجھ سے، میرے کسی فعل سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہ بہت ہی ایک باریک مضمون ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو کیوں نہ سمجھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ عشاق جب اپنے محبوب کے پاس پہنچتے ہیں تو اس قسم کی رسم و رواج کے پابند نہیں رہا کرتے جن کو ہم آداب کی رسم و رواج کہتے ہیں۔ ایک عاشق تھا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ڈوبا رہنے والا وجود جو ذکرِ الٰہی کے متعلق اور دین سے متعلق معلومات لینے کے لئے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی اس ادا کو حضور اکرم ﷺ رد نہیں فرمانا چاہتے تھے۔ آئندہ بھی اس سے اسی قسم کی اداؤں کی توقع تھی۔ اسی قسم کے طرزِ عمل کی توقع تھی لیکن جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو آپؐ کے سامنے محوِ گفتگو تھا اس کو صرف اتنا بتانا کافی تھا۔ کہ تم برا نہ منانا میں ایک قسم کی معذرت تم سے کرتا ہوں۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے آداب سیکھیں تو آپ کو روزمرہ کی زندگی میں تعلقات میں باریک در باریک راہیں بھی دکھائی دینے لگیں گی اور پتا چلے گا کہ کس موقع پر کیا طرز اختیار کرنی چاہئے۔

پس ایک نصیحت یہ ہے کہ حتی المقدور ایسے موقعوں پر عقل سے کام لیا کریں اور ایسی صورتحال پیدا ہی نہ ہونے دیں جس سے میزبان کے دل کو دکھ پہنچے مثلاً جب یہ ایسے آثار ہوتو پہلے ہی پتا لگ جایا کرتا ہے۔ جہاں بے پردگی کے سامان ہوں وہاں عین وقت پہ تو نہیں پتا چلا کرتا۔ اس وقت علیحدگی میں صاحبِ خانہ کو بتایا جا سکتا ہے کہ ہم پردہ دار لوگ ہیں، ہم سے یہ نہ کریں۔ یہ ہماری روایات کے خلاف ہے۔ ہم پسند نہیں کرتے یہ بدیاں ہمارے معاشرے میں راہ پا جائیں یہ سمجھانا ہی اول تو بہت حد تک کافی ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے باوجود کوئی نہ سمجھے تو پھر معذرت سے ان سے جدا ہونا اگر ان کی دل آزاری کا موجب بنتا بھی ہے تو قصور پھر جدا ہونے والے کا نہیں ہے۔ اس نے ادب اور احترام سے علیحدگی میں بات کر لی ہے۔ اور یہ نہیں کہ جب تقریب شروع ہوگی تو ایک دم جم گھٹا کر کے کچھ لوگ اٹھ کر چلے گئے جس طرح اسمبلیوں میں واک آوٹ ہوتے ہیں۔ یہ ہرگز میں نے نہیں کہا ایک تہذیب ہے، ایک سلیقہ ہے اور وہ سلیقہ قرآن کریم نے یہ سکھایا ہے کہ اس کے بعد مستقل تعلقات منقطع نہیں کرنے قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب تک یہ بات ہو مجلس میں اس وقت تک اٹھ کے باہر رہو جب وہ بات ختم ہو جائے تو پھر واپس آؤ۔ اگر آپ نے جدائی کی طرز ایسی

اختیار کی جس سے دل شکنی ہو، دل آزاری ہو تو آپ چاہیں گے بھی تو دوبارہ آپ کو اپنے گھروں میں گھسنے کون دے گا۔ پس طرز میں حسنِ ادا چاہئے۔ ایسی طرز سے جدائی ہو کہ دوسرا مجبوری سمجھے اور آپ سے اس کے تعلقات منقطع نہ ہوں۔

دوسرا پہلو ہے کہ بیروں والا چل پڑا ہے اس کے متعلق میں کیا مشورہ دیتا ہوں یا کیا نصیحت کرتا ہوں۔ افسوس یہ ہے کہ بعض تیسری دنیا کے ملک پہلی دنیا کے ملکوں سے بعض باتیں سیکھتے ہیں اور ان سے کچھ زیادہ ہی آزاد خیال ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ان ملکوں میں رہ کر احمدی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے اوپر دوبھر ہو جاتی ہیں۔ یہاں بھی تو خواتین بستی ہیں، یہاں بھی تو شادیاں ہوتی ہیں اور انگلستان میں میں گواہ ہوں اللہ کے فضل کے ساتھ شاید ہی کبھی کوئی شکایت کا موقع پیدا ہوا ہو۔ یہاں خواتین خواتین میں خود کام کرتی ہیں اور مردوں کو بیچ میں گھسنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ تو ایک آزاد ملک اور آزاد ملکوں میں صفِ اول میں کھڑے ہوئے ملک میں رہنے والی احمدی خواتین اگر ان اقدار کی حفاظت کر سکتی ہیں۔ تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی کہ پاکستان میں لاہور ہو یا کراچی ہو وہاں کس طرح اتنے زیادہ ایڈوانس لوگ ہو گئے ہیں کہ ان قدروں کی حفاظت کر ہی نہیں سکتے۔ کوئی حکم تو نہیں ہے حکومت کا یا اللہ تعالیٰ کا یہ جب شادی ہو تو ضرور بیروں سے خدمت لو، یہاں میری بچی کی بھی شادی ہوئی تھی اور بھی شادیاں ہوتی ہیں اور جو احمدیت کو وقارِ عمل نے آداب سکھائے ہیں وہ ان موقعوں پر ہمارے کام آتے ہیں اور یہ روح خدا کے فضل سے بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ انگلستان کی جماعت میں پائی جاتی ہے کہ جہاں کسی بھائی کو ضرورت پڑے اجتماعی خدمت کی مردوں کی ضرورت ہو تو مرد اجتماعی خدمت کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں عورتوں کی ضرورت ہو تو عورتیں اجتماعی ضرورت کے لئے حاضر ہو جاتی ہیں۔ یہاں تو کھانے بھی خود پکاتے ہیں اور الا ماشاء اللہ بعض دفعہ ہوٹلوں سے بھی پکوا لیتے ہیں لیکن خود پکاتے ہیں۔ خود میزیں لگاتے خود کرسیاں لگاتے اس کے بعد برتنوں کی صفائی خود کرتے تو اتنے بڑے کام یہاں ہو سکتے ہیں تو پاکستان کی لجنہ کیوں محروم رہ جاتی ہے کیوں اس کو توفیق نہیں کہ وہ ایسے کام خود کر سکے۔ اگر بیاہ شادیوں کے موقع پر عورتوں کے معاملات ہوں تو لجنہ کو مستعدی اور اخلاص کے ساتھ اپنی خدمات پیش کرنی چاہئیں۔ مردوں کے معاملات ہوں تو انصار اور خدام کو یہ کام سنبھالنے چاہئیں۔ ہم نے ان کو نمونے دینے ہیں ہم نے ان کو دکھانا ہے کہ

اسلامی معاشرہ بعض اقدار کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان اقدار کی حفاظت تم نہیں کر سکتے تو ہم غلامانِ محمد مصطفی ﷺ ہم یہ کر کے دکھائیں گے اور بتائیں گے کہ کس طرح ان اقدار کی حفاظت کی جاتی ہے۔

پس مشورہ تو یہی ہے کہ اس طریق کو وہاں بھی اختیار کریں۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر مرد کھانا لے کر آتے ہیں تو بیچ یعنی عورتوں کے کھانے کے بڑے وسیع حال اور مردوں کے آنے کے جگہ کے درمیان ایک چھوٹا سا کمرہ بعض دفعہ قناتوں کی صورت میں بعض دفعہ ویسے ہی کمرہ اس غرض کے لئے وقف کیا جاتا ہے کہ جب مرد آئیں کھانا لے کر تو وہاں عورتیں نہ ہوں۔ وہ کھانے کا برتن ضرورت کی چیزیں ساری میزوں پر لگا دیں۔ وہ رخصت ہو جائیں اور عورتیں آئیں اور سنبھالیں اور اپنی بہنوں کی خدمت خود کریں۔ جو میری بچی کی شادی ہوئی تھی اس میں چونکہ مہمان زیادہ تھے اس لئے ہم نے یہی طریق اختیار کیا تھا اور کوئی دقت نہیں ہوئی اور میرے گھر کی بچیاں بھی اس خدمت میں شامل تھیں۔ وہ لطف اٹھا رہی تھیں بلکہ انہوں نے بعد میں کہا کہ ہمارے خاندان کی جتنی بچیاں وہاں موجود تھیں کہ جو مزہ خدمت والی دعوت میں آیا ہے ویسا پہلے کبھی نہیں آیا۔ تو کوئی حرج نہیں ہے ناممکن باتیں نہیں ہیں۔ لیکن بہر حال اگر کوئی دوسرا طریق بھی اختیار کرتا ہے تو ایک آخری احتیاط ضرور کرنی چاہئے کہ جب بیروں کو اندر بلانا ہو تو پہلے اعلان کیا جائے۔ یہاں جب دعا کے لئے مجھے خواتین شادی کے موقع پر دعوت دیتی ہیں کہ کھڑے کھڑے یہاں خواتین میں بھی آ کر دعا کروا جائیں۔ بچی کو دیکھ لیں تو میرے ساتھ ان کے بچی کے اور بچے کے دونوں کے رشتہ دار بھی بعض دفعہ اندر داخل ہوتے ہیں۔ وہ نہ بھی ہوں تب بھی تاکیداً میں جانے سے پہلے منتظمین منتظمات سے کہتا ہوں کہ پہلے اعلان کروائیں کئی قسم کی خواتین ہیں احمدی بھی ہیں غیر احمدی بھی ہیں۔ بعض پردے میں زیادہ پکی ہیں۔ بعضوں کے پردوں کے معیار ذرا مختلف ہیں اور ویسے بھی کھانے میں بیٹھے ہوئے انسان اگر کسی سے پردہ نہ بھی کرے تب بھی دوپٹے سر کے ہوئے ہوتے ہیں ایسی حالت میں خواتین بیٹھی ہوتی ہیں کہ مناسب نہیں کہ مرد ان کو ایسی حالت میں دیکھیں وہ اعلان کروائیں تو جب اعلان ہو جاتا ہے اور کچھ وقفہ ملتا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے آپ کو سنبھالنا ہے درست کرنا ہے کر لیں تو پھر ہم اندر جایا کرتے ہیں تو اس طرح بیروں کو اندر داخل کرنے سے پہلے اعلان کہ وہ خواتین جو پردہ کرنا چاہتی ہیں یا اپنے آپ کو ویسے سنبھالنا چاہتی ہیں وہ کر لیں تا کہ بیرے آ کر کھانا رکھ کر واپس چلے جائیں گے یا کسی کام کی غرض

سے آئیں گے اور واپس چلے جائیں گے تو یہ کم سے کم ضروری ہدایت ہے جس پر عمل کرنا چاہئے۔

لجنہ اماء اللہ سنگاپور اور اسی طرح انڈونیشیا کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ ان اقدار کو اپنے ہاں رائج کرنے کی کوشش کریں ان ملکوں میں الا ماشاء اللہ پردے کا رواج بہت کم ہے اور چونکہ اکثر عورتیں سنگاپور میں مثلاً باہر مختلف کاموں میں حصہ لیتی ہیں اس لئے ان کے لئے اس احتیاط کے ساتھ اپنے آپ کو پردہ میں مقید رکھنا ممکن نہیں ہے جس طرح بعض نسبتاً غریب ملکوں میں ممکن ہوتا ہے۔ ان کو میری نصیحت یہ ہے کہ احمدی اقدار تو یونیورسل ہیں یعنی اسلامی اقدار ایسی نہیں ہیں جن کا کسی ایک ملک سے تعلق ہو جہاں تک پردے کی روح کا تعلق ہے اس کی حفاظت دنیا کے ہر ملک میں ممکن ہے۔ ایسا نہ ہو تو پھر اسلام ایک پرانے زمانے کا ایک متروک مذہب سمجھا جائے گا۔ اسلام ہر زمانے کے لئے ہے، ہر ملک کے لئے ہے۔ اس کے احکامات میں کوئی ایسی سختی اور تنگ نظری نہیں ہے جس کے نتیجے میں بعض ملکوں میں اس پر عمل ہی نہ ہو سکے۔ پس اسلام نے جہاں بھی ہمیں آداب سکھائے ہیں وہاں مختلف حالتوں سے تعلق رکھنے والے احکامات ہیں اور ایک بڑا وسیع Scepticism ہے۔ یعنی ایک وسیع دائرے میں اصول کے تابع یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ ہو تو یوں کرلو یہ ہو تو یوں کرلو یہاں تک کہ آخری صورت میں اس کی روح کیسے قائم رکھی جاسکتی ہے۔ اب عبادتوں کو دیکھیں عبادتیں فرض ہیں پانچ وقت مسجد میں جانا مردوں کے لئے فرض ہے۔ لیکن مختلف حالتوں میں مختلف نرمی کے سلوک بھی قرآن کریم میں ملتے ہیں احادیث میں بیان ہوئے ہیں اور زندگی عبادت کے ساتھ ساتھ بھی آسان کر دی گئی ہے۔ یعنی عبادتوں کو مشکل بنا کے نہیں دکھایا گیا بلکہ ہر حالت کے مطابق ان کو آسان فرما دیا گیا ہے۔ پس پردے میں بھی ایک بڑا وسیع مضمون ہے اس پر میں مختلف وقتوں میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ ان سب باتوں کو میں اب دہرا تو نہیں سکتا۔ وہ موجود ہیں کیسٹس کی صورت میں چھپے ہوئے مضامین کی صورت میں۔ خواتین ان کو دیکھیں، پڑھیں اور غور کریں اور جہاں تک اسلام نے ایک وسیع دائرہ کھینچا ہے اس دائرے کے اندر رہیں اس سے باہر نہ نکلیں، باہر نکلے گی تو اس سے نقصان پہنچے گا۔

پس انڈونیشیا ہو یا سنگاپور ہو یا افریقہ کے ممالک ہوں جہاں پردے کے مختلف رنگ رائج ہیں۔ ان کو اسلامی پردے کی روح سے قدم باہر نہیں نکالنا چاہئے اور وہ روح ایسی نہیں کہ دکھائی نہ دے۔ برقع تو دکھائی دیتا ہے لیکن برقع نہ بھی تو روح دکھائی دیتی ہے۔ وہ عورت جو دل کی پردہ دار

ہے اس عورت کی ادائیں نظر آ جاتی ہیں، پہچانی جاتی ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی بھٹکی ہوئی نظر اس عورت پر پڑے اور اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ وہ عورت اپنے آپ کو سنبھالنا جانتی ہے۔ پس یہ کم سے کم روح ہے جس کو قائم رکھنا ضروری ہے اور ایسے ممالک جہاں سے پردے اٹھ رہے ہیں۔ وہاں اس روح کو زیادہ خطرات درپیش ہیں کیونکہ جہاں پردے اٹھ چکے ہیں وہاں تھوڑا سا بھی انسان کوشش کرے تو اسلامی پردے کی روح کی طرف قدم بڑھ سکتا ہے۔ جہاں سے پردے اٹھ رہے ہوں وہاں نفسیاتی بیماریاں قوم کے دل میں جگہ لے لیا کرتی ہیں۔ وہاں ذرا سا بھی پردہ بعض دفعہ یوں لگتا ہے جیسے کسی عورت کو اگلے زمانے کی چیز دکھائے گا اور شرم نیکی سے نہیں بلکہ بدی سے آنے شروع ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں اگلی نسلیں اور بھی زیادہ آگے قدم بڑھاتی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں تھوڑی سی چھٹی ملی ہے تو اس سے بھی زیادہ ہونی چاہئے اور تیزی کے ساتھ اسلامی اقدار کی طرف سے پیٹھ پھیرتی ہوئی ہماری بچیاں غیر اسلامی اقدار کی طرف بڑھنے لگتی ہیں۔

پس پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش وغیرہ ایسے ممالک میں جہاں پہلے بڑی شدت کے ساتھ پردے رائج تھے اب بعض نئے تقاضوں کے پیشِ نظر ویسی سختی نہیں ہوسکتی۔ وہاں روح کی حفاظت اور بھی زیادہ احتیاط کے ساتھ ضروری ہے اور بھی زیادہ توجہ کے ساتھ ضروری ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ اس کے بعد کوئی مزید وسوسے دلوں میں پیدا نہیں ہوں گے۔ جو میں نے بیان کرنا تھا کر دیا۔ توفیق تو اللہ ہی دے گا اور میری دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ جو باتیں میں کہتا ہوں الفاظ کے چکر میں نہ پڑیں اس کی روح کو سمجھیں اس کے مفہوم کو ذہن نشین کریں اور دل سے ان پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں۔

وہ دو آیات جن کی میں نے تلاوت کی تھی ان کا ترجمہ یہ ہے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اللہ نے ان کے لئے بہت ہی شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اے اولوالالباب، اے عقل والو۔ یہاں ان سے کیا مراد ہے۔ ان کا ذکر پہلی آیت میں ہو چکا ہے۔ اور وہ ایک لمبا ذکر ہے اس لئے میں نے اس آیت کی یہاں تلاوت نہیں کی۔ وہ قومیں مراد ہیں وہ بستیاں جن کے رہنے والوں نے اپنے رب اور اپنے طرف آنے والے رسولوں کی اطاعت سے روگردانی کی، ان کی نافرمانی کی اور پھر وہ کس حال کو پہنچے

اس کا ذکر پہلی آیت میں ملتا ہے۔ یہ دوسری آیت جس کی میں نے تلاوت کی تھی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہت شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ پس اے اولو الالباب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہاں اولو الالباب سے خصوصیت سے وہی اولو الالباب مراد ہیں جن کی تعریف قرآن کریم میں دوسری جگہ اہلِ ذکر کے طور پر کی گئی ہے۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وہ اولوالالباب وہ صاحبِ عقل لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کو نبھاتے ہوئے اس آیتِ کریمہ میں بھی ذکر ہی کے مضمون کو کھول کر ہمارے سامنے پیش فرمایا گیا ہے۔ اولو الالباب کی تعریف یہ ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور مخاطب وہ ہیں يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اے اولی الالباب یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ہو۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر اتارا ہے۔ رَّسُوْلًا جو رسول ہے۔ يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ تم پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کھلی کھلی روشن آیات ہیں۔ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تا کہ وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا پس جو بھی اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کو اللہ تعالیٰ ایسی جنات میں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک غیر معمولی شان کا رزق بنا رکھا ہے، تیار فرما رکھا ہے۔ یعنی عَذَابًا شَدِيْدًا کے مقابل پر یہ انجام ہے ان لوگوں کا۔ بعض لوگوں کے لئے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اور بعض لوگوں کے لئے قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا خدا تعالیٰ نے اس کے لئے ایسے نیک بندے کے لئے ایک غیر معمولی شان کا رزق تیار کر رکھا ہے۔

اب یہاں جو ذکر کا مضمون ہے۔ اسے ایک وجود کی صورت میں پیش فرمایا گیا ہے اور وہ وجود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ آپ تو ذاکر تھے، مذکر تھے۔ خدا کو یاد رکھنے والے اور لوگوں کو خدا کی یاد کرانے والے تو دراصل ذکر لفظ کے اندر یہ دونوں مفہوم اس وقت شامل ہوتے ہیں اگر کوئی

شخص ان دونوں باتوں میں سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام تک جا پہنچے۔ کوئی اللہ کا ذکر اس طرح کرے اور اس کثرت سے کرے کہ اس کے وجود میں اور ذکر میں فرق باقی نہ رہے یعنی ذاکر ذکر بن جائے۔ تو ایسے موقع پر اس سے بڑی تعریف ممکن نہیں کہ اسے ذکر کہہ دیا جائے۔ کوئی بدیوں میں حد سے زیادہ بڑھ جائے تو اسے بدی کہہ دیتے ہیں یہ تو مجسم بدی ہے۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذِكْرًا وہ تو مجسم ذکر تھا اور ایسا ذکر ہم نے تمہارے اندر اتارا ہے اس لئے کہ تم اولی الالباب ہو۔ اولی الالباب وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کی چیزوں کو دیکھ کر کائنات کو، خدا کی مخلوقات کو، بدلتے ہوئے موسموں کو، ہر تغیر و تبدل کو جب بھی وہ دیکھتے ہیں خدا یاد آتا ہے۔ تو فرمایا کہ تم خدا کو یاد کرنے والے لوگ ہو تم روزمرہ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوشش کرتے رہتے ہو۔ پس مبارک ہو کہ ہم نے تمہارے لئے ایک مجسم ذکر وجود اتار دیا ہے۔ تمہیں یہ سکھائے گا کہ ذکر ہوتا کیا ہے۔ تم اپنی دانست میں جس کو ذکر سمجھتے ہو محمد رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی کے بغیر تمہیں اندازہ ہی نہیں ہوسکتا کہ ذکر کیا ہوتا ہے۔ اس کے مقابل پر تمہارے ذکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ تم اہلِ ذکر ہو تمہیں ایک مربی کی، ایک مذکر کی ضرورت ہے اور یہ وجود وہ ہے جو مجسم خدا کی یاد بھی ہے اور مجسم خدا کی یاد دلانے والا بھی ہے۔ جیسے متقیوں کے لئے قرآن ہدایت ہے ویسا ہی مضمون ہے۔ متقی ہیں تو ہدایت پائیں گے اور ہدایت پائیں گے تو پھر متقی بنیں گے پھر ان کو پتا چلے گا کہ تقویٰ ہوتا کیا ہے۔

تو ذکر کی اعلیٰ منازل تک پہنچانے والا رسول ہم نے تمہارے اندر اتار دیا تا کہ تمہاری ساری تمنائیں پوری ہو جائیں۔ تمہیں معلوم ہو کہ ذکر کیا ہوتا ہے۔ وہ تمہارے اندر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے بہت کھلی کھلی نشانیاں پیش کرتا ہے تا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح اختیار کرتے ہیں انہیں ظلمات سے روشنی کی طرف نکال لے جائے۔ اب یہ دیکھیں کتنا عظیم الشان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مقام بیان ہوا ہے۔ کن لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال کر لے کے جائے جو پہلے ہی ایمان لے آئے ہیں اور پھر پاک اعمال، نیک اعمال کرنے والے ہیں۔ وہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ویسے ہی نور میں ہیں۔ فرمایا نہیں تمہیں اندازہ نہیں کہ نور ہوتا کیا ہے، تمہیں پتہ نہیں کہ ذکر کس کو کہتے ہیں؟ تم انسانی کوششوں کی حد تک ذکر کو

حاصل کرنے کی، ذکر کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہو، ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کی کوشش کرتے ہو اور انسانی کوششوں کی حد تک تم ایمان بھی لے آئے ہو اور عمل صالح بھی اختیار کر چکے ہو لیکن جب اس وجود کی پیروی کرو گے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ ان سے ذکر کے آداب سیکھو گے ان سے حقیقت میں نور کا حصہ پاؤ گے جو نور خدا نے عطا فرمایا ہے۔ تمہیں یوں محسوس ہوگا جیسے تم اندھیروں میں تھے اور روشنیوں میں نکل آئے ہو۔ یہ جو واقعہ ہے یہ ایک دفعہ ہو رہنے والا واقعہ نہیں ہے یہ ایک مسلسل جاری واقعہ ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والے اور اعمال صالح کرنے والے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں جب آپ کی احادیث پر غور کرتے ہیں تو ایک مرتبہ نہیں سینکڑوں ہزاروں مرتبہ اگر انہیں شعور حاصل ہو ان کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ بہت سے اندھیروں کی حالتوں میں زندگی بسر کر رہے تھے اور نئے رستے کھلتے ہیں روشنی کی طرف جانے کے، نئے بلاوے آتے ہیں نور کی طرف۔ پس حضور اکرم ﷺ کا یہ فرض اور یہ مقام اور یہ مرتبہ کہ اندھیروں سے نور کی طرف لانے والا ہے اس کا تعلق محض کافروں اور منکرین سے نہیں ہے بلکہ ہر مومن سے اس کی زندگی کے آخری سانس تک جاری رہتا ہے اور آنحضرت ﷺ ان لوگوں کو جو سمجھتے ہیں کہ ہم اہلِ نور ہیں ان کو وہ الٰہی نور عطا کرتے ہیں کہ جب وہ مڑ کر دیکھتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے ہماری گزشتہ زندگی ایک تاریکی میں بسر ہو رہی تھی۔

پس قرآن کریم نے دیکھیں کس گہرائی کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا تعارف فرمایا اور کس طرح ہمارے جیسے کمزور انسانوں کی ہر طرح کی غلط فہمی کو دور فرما دیا کہ تم بظاہر کیسا ہی ذکر کر رہے ہو کیسے ہی نیک اعمال بجا لا رہے ہو محمد ﷺ کی محتاجی سے باہر نہیں جا سکتے۔ جس دن تم نے اس محتاجی سے باہر قدم رکھا تم اندھیروں کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ یہی وجود ہے جس کی طرف لازماً ہر حال میں، ہمیشہ کوشش کر کے، انچ انچ، جتنی توفیق ملے قریب تر ہونا پڑے گا اور جب تک قریب ہوتے رہو گے تم اندھیروں سے روشنی کی طرف حرکت کرتے رہو گے۔

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا اب دوبارہ پھر دہرایا ہے وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اس ایمان کے بعد جس کا پہلے ذکر چلا ہے۔ ان اعمالِ صالحہ کے بعد جن کا پہلے ذکر ہو چکا جب تم محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طفیل اندھیروں سے نور کی طرف نکالے جاؤ گے۔ پھر ایک ایمان نصیب ہوگا، پھر وہ اعمالِ صالحہ نصیب ہوں گے جو دائمی ہیں کیونکہ ان کی جزا بھی دائمی ہے۔ پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مدد کی بغیر جو اعمالِ صالحہ ہیں ان کے دوام کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ جو ایمان ہے اس کے ہمیشہ قائم رکھنے کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ مگر اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اپنا تعلق بڑھاؤ گے اور اس دامن سے وابستہ رہو گے، چمٹے رہو گے تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تمہیں ایک نیا ایمان نصیب ہوگا، نئے اعمال صالح عطا کئے جائیں گے اور وہ ایسے ہیں جو دائمی ہیں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا کیونکہ ان کا اجر دائمی ہے اور دائمی اجر دائمی اعمال کے نتیجے میں مستنبط ہوا کرتا ہے۔ اگر چہ اعمال موت کی وجہ سے عارضی دکھائی دیتے ہیں مگر دائمی اعمال سے مراد وہ ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ابد کی زندگی بھی عطا کرتا تو یہ مومن جو نیک اعمال کے عادی ہو جاتے ہیں ابد تک کرتے چلے جاتے اور کبھی نہ تھکتے پس اللہ کا احسان ہے کہ موت نے ان کے دارالعمل کو ایک موقع پر آ کر ختم کر دیا اور لامتناہی دارالاجر میں وہ داخل کر دیئے جاتے ہیں۔

قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا یہاں لَهٗ سے مراد ہر ایسا مومن بھی ہوسکتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اول طور پر اس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مراد ہیں کیونکہ جمع کے صیغے کے بعد اچانک واحد کا صیغہ استعمال کرنا کوئی معنے رکھتا ہے۔ یہ کہا تو جا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں سے ہر فرد مراد ہے لیکن حقیقت میں ذِکْرًا رَّسُوْلًا کی طرف یہ ضمیر اول طور پر جاتی ہے، یہ اشارہ اول طور پر اس طرف جاتا ہے۔ فرمایا وہ ذکرِ رسول وہ جو مجسم ذکر ہے قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا تم لوگوں کو یہ جنت ملے گی جن میں ہمیشہ جن کے باغات کے نیچے پانی یعنی خدا کے پاکیزہ محبت کے پانی بہہ رہے ہوں گے۔ لیکن محمد رسول اللہؐ کے لئے ایک اور بھی زیادہ احسن رزق مقرر فرمایا گیا ہے جس کی کنہ تک تم پہنچ نہیں سکتے۔ اس لئے رِزْقًا کو نکرہ میں بیان فرما دیا۔ نکرہ بعض موقع پر عرب اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ غیر معمولی شان بیان کرنی پیشِ نظر ہو یعنی ایک رزق کوئی ایسا رزق جسے تم جانتے نہیں ہو اگر تم جانتے اَلرِّزْق کہا جاتا۔ جسے تم سمجھ نہیں سکتے اس کی کوئی مثال تم نے دیکھی نہیں کبھی۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایک قسم کا رزق ہے تمہیں کچھ پتا نہیں وہ کیا چیز ہے۔

اور چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اس دنیا میں مقام اور مرتبے کا حقیقی عرفان

شاید ہی کسی کو نصیب ہو جس کو خدا تعالیٰ عطا فرمائے۔ اس لئے آپ ؐ کا آخری مقام آپ ؐ کے غلاموں سے اوجھل ہے اس لئے اس مقام کی جزا بھی اوجھل ہے۔ یہ مضمون ہے جو یہاں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ کوئی وجود اتنا بلند قامت ہو کہ اس کا اوپر کا سرا نیچے دکھائی نہ دے۔ ویسا ہی منظر قرآن کریم کھینچ رہا ہے کہ تمہارا رزق تو تمہاری کوششوں اور نیکیوں سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کو ہم الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ کس قسم کے ایمان تمہارے ہیں، کس قسم کے اعمالِ صالحہ ہیں۔ ان سے ملتی جلتی ایک جنت کی جزاء ہم تمہیں بتا رہے ہیں کہ یہ ہوگی لیکن ایک میرا بندہ ایسا ہے جس سے تم ذکر سیکھ رہے ہو، جس سے تم نور پا رہے ہو اس کے مقام کی انتہا تمہیں معلوم نہیں ہے۔ اس لئے اس کی جزا کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بہت ہی عظیم الشان، ایک بہت ہی حسین رزق مقرر فرما رکھا ہے۔

پس ذکر کے گر اگر سیکھنے ہیں تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان عبارتوں سے گزشتہ خطبے میں میں نے واضح کیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھیں۔ باقی سب محض تماشے ہیں، شعبدہ بازیاں ہیں ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ اسی مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اور اقتباسات میں آج آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور آئندہ خطبے سے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذکر کے متعلق جس حد تک میری طاقت میں ہے احاطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ محمد رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کو بھی، آپ کی کنہ کو بھی اللہ کی مرضی کے سوا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور محض اس حد تک احاطہ کر سکتا ہے جس حد تک خدا اجازت دے اور رہنمائی فرمائے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آقا اور مولیٰ کے ساتھ ایک ایسا رشتہ تھا جس رشتے کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ کیا رشتہ ہے۔ اس لئے جب آپ کی آنکھ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ہم دیکھتے ہیں تو کچھ اور زیادہ سمجھ آنے لگتی ہے جو ہماری اپنی آنکھ ویسے دیکھنے سے معذور تھی اور قاصر تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”اپنی شامتِ اعمال کو نہیں سوچا ان اعمال خیر کو جو پیغمبر ﷺ سے ملے

تھے ترک کر دیا۔‘‘

یعنی آج کل کے صوفیاء اور آج کل کے جو گوشہ نشین، فقیر بنے ہوئے ہیں ان کے متعلق فرما رہے ہیں۔

’’اپنی شامتِ اعمال کو نہیں سوچا ان اعمال خیر کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ملے تھے ترک کر دیا اور ان کی بجائے خود تراشیدہ دورد و وظائف داخل کر لئے اور چند قافیوں کا حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔‘‘

یعنی قافی کا یہی مفہوم ہے کہ جتنی یاد ہو گئیں بس وہی کافی ہیں۔

’’بلھے شاہ کی قافیوں پر وجد میں آ جاتے ہیں اور یہی وجہ سے کہ قرآن شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو وہاں بہت ہم کم لوگ جمع ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں اس قسم کے مجمع ہوں وہاں ایک گروہِ کثیر جمع ہو جاتا ہے۔ نیکیوں کی طرف سے یہ کم رغبتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ لذتِ روح اور لذتِ نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا۔‘‘

کیسا پاکیزہ تجزیہ فرمایا ہے اس کو کہتے ہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانا، مضمون کو کس طرح کھول کر دکھا دیا ہے۔ وہ لوگ جو وجد کرتے ہیں قوالیوں پر، وہ لوگ جو وجد کرتے ہیں قافیوں پر اور اسی قسم کے کلام پر جس کا ذکر مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر ان کو سچا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا تو جتنا وجد وہ ایک بندے کی باتوں پر کرتے ہیں اس سے بہت زیادہ وجد وہ قرآن پر کرتے لیکن جب قرآن کے ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ یا تو ان مجلسوں میں جاتے نہیں یا ان مجلسوں میں ان کو نیند آنے لگتی ہے۔ بے تعلق سے ہو جاتے ہیں اور سب سے عظیم نشانی ان کی اس بات کی یہ ہے کم رغبتی نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ ان کی رہتی ہے، باقی رہتی ہے۔ پس آپ دیکھ لیں۔ ان علاقوں کا دورہ کر لیں، جہاں بلھے شاہ یا باہو سلطان وغیرہ کے نغمے الاپے جاتے ہیں یا میاں محمد کے گیت پڑے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان سے لذت اٹھا رہے ہوتے ہیں، وہ لوگ جو پڑھ کر سناتے ہیں۔ ان کی عملی زندگی ان کی اس لذت کو جھٹلا رہی ہوتی ہے۔

یا یوں کہنا چاہئے ان کی عملی زندگی اس لذت کی تعریف کر رہی ہوتی ہے۔ اس کا تعین کر رہی

ہوتی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ یہ لذت روحانی نہیں تھی جس قسم کے جسمانی، شہوانی غلامیوں میں یہ لوگ جکڑے ہوئے ہیں ویسی ہی ان کی لذت ہے۔ یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ ایک شخص کو ذکرِ الٰہی سے لذت نصیب ہو اور وہ پاک نہ ہو۔ اس کے وجود میں کوئی پاک تبدیلی پیدا نہ ہو اسے اعمالِ صالحہ سے محرومی قائم رہے۔ پس وہ لوگ جو ان مجلسوں میں جاتے ہیں جیسے بد اعمال لے کر جاتے ہیں ویسے ہی بد اعمال لے کر واپس آ جاتے ہیں اور بعض دفعہ ان مجلسوں میں جانا برائیوں کو کم کرنے کی بجائے برائیوں میں اضافے کا موجب بن جاتا ہے کیونکہ ان علاقوں میں یہ رواج ہے کہ بعض دفعہ عورتیں بھی گھنگرو پہن کر اور بعض بازاری عورتیں اپنی روحانیت کے اظہار کے لئے اس طرح میدان میں نکلتی ہیں کہ تھرکتی ہوئی رقص کرتی ہوئی ان کے گیت گاتے ہیں اور لوگ ان عورتوں کے نظارے میں محو ہو جاتے ہیں اور دنیا سمجھ رہی ہے کہ یہ بھی خدا والے ہیں وہ بھی خدا والی ہے اور کوئی پاک تبدیلی پیدا ہونے کی بجائے نفسانی شہوات پہلے سے بڑھ جاتی ہیں جب وہ واپس آتے ہیں۔

اور ایسے سلسلے مزاروں پر بھی چلتے ہیں ہر قسم کی بدیوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں وہاں Drug addiction کے نظارے دیکھنے ہوں تو سب سے زیادہ ان مزاروں پر دکھائی دیں گے۔ بڑے بڑے مست فقیر بیٹھے ہوئے ہیں جو دراصل کوئی نہ کوئی نشہ کر رہے ہیں۔ اور وہ اس دنیاوی نشے میں اپنے ذات کو کھوئے ہوئے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل اللہ لوگ ہیں خدا میں اپنے آپ کو مگن کر دیا خدا کی ذات میں کھوئے ہوئے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تجزیہ دیکھیں کتنا پیارا، کتنا پاک اور صاف ہے فرمایا یہ تو نہیں کہ لذت ان کو نہیں آتی۔ وہ تو حال ڈالتے بعض دفعہ ان کو دورے پڑ جاتے ہیں بعض دفعہ کانپتے ہوئے وہ بے ہوش ہو کے وہ زمین پہ جا پڑتے ہیں۔ لیکن فرمایا

''لذتِ روح اور لذتِ نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا۔''

لذتِ نفس سے بھی ویسی ہی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ شہوانی جذبات کی جب سیری ہو۔ اس دوران جبکہ شہوانی جذبات کی سیری کی طرف انسان بڑھ ہوتا ہے جسمانی لحاظ سے بعض دفعہ ویسے ہی لرزے طاری ہو جاتے ہیں۔ جیسے اللہ کے ذکر میں اس کی محبت میں آگے بڑھتے ہوئے بعض دفعہ سارے وجود پر ایک تھرتھری آ جاتی ہے، ایک زلزلہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ان دونوں چیزوں میں فرق اگر دیکھنا ہے تو ان کے اعمال کا جائزہ لو اگر وہ

بداعمال لوگ ہیں، دنیا کی لذتوں میں پڑے ہوئے ہیں اگر وہ انسانی حقوق ادا کرنا تو درکنار ہمیشہ حقوق غصب کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ جھوٹے، رشوت خور، چوریوں کے کمائے ہوئے مال، لوگوں کے ہتھیائے ہوئے مال، ان کی عزتوں اور بڑائیوں کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی سیاستیں ان کے لئے محض دنیا کمانے کا ذریعہ ہیں نہ کہ خدمت انسانیت کرنے کا ذریعہ۔ ان کے اس کردار میں تم کو کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے۔

ہاں ان کو مزاروں پر جاتے ہوئے دیکھو گے ان کو کافیاں سنتے ہوئے دیکھو گے اور یہی ان کی نیکی کا معراج ہے۔ تصویریں چھپ جائیں گی کہ فلاں بزرگ سیاست دان نے فلاں مزار پر جا کے چادر چڑھا دی اور فلاں جگہ جا کر اس نے کافی میں حصہ لیا لیکن اس کے نتیجے میں اس کے اندر کیا پاک تبدیلی پیدا ہوئی یا اس نے قوم کے رویے میں کیا تبدیلی کر کے دکھائی اس کا کوئی ذکر آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔ پس وجہ یہی ہے کہ لذتِ روح اور لذتِ نفس میں ان لوگوں نے فرق نہیں سمجھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”دیکھا گیا ہے کہ بعض ان رقص وسرود کی مجلسوں میں دانستہ پگڑیاں اتار لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میاں صاحب کی مجلس میں بیٹھتے ہی وجد ہو جاتا ہے۔ (یعنی پگڑی اتار کے پھینک دی۔ یہ بتانے کے لئے کہ ہم وجد کی حالت میں ہیں۔) اس قسم کی بدعتیں اور اختراعی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے نماز سے لذت نہیں اٹھائی اور اس ذوق سے محروم ہیں۔ وہ روح کی تسلی اور اطمینان کی حالت ہی کو نہیں سمجھ سکتے اور نہیں جانتے کہ وہ سرور کیا ہوتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ لوگ جو اس قسم کی بدعتیں مسلمان کہلا کر نکالتے ہیں۔ اگر روح کی خوشی اور لذت کا سامان اسی میں تھا تو چاہئے تھا کہ پیغمبرِ خدا ﷺ جو عارف ترین اور اکمل ترین انسان دنیا میں تھے وہ بھی اسی قسم کی کوئی تعلیم دیتے یا اپنے اعمال سے ہی کچھ کر دکھاتے۔ میں ان مخالفوں سے جو بڑے بڑے مشائخ اور گدّی نشین اور صاحبِ سلسلہ ہیں پوچھتا ہوں کہ کیا پیغمبرِ خدا ﷺ تمہارے درود و وظائف اور چلہ کشیاں اور الٹے سیدھے لٹکنا

بھول گئے تھے۔ اگر معرفت اور حقیقت شناسی کا یہی ذریعے اصل تھے۔ مجھے بہت ہی تعجب آتا ہے کہ ایک طرف قرآن شریف میں یہ پڑھتے ہیں اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ:۴) اور دوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس تکمیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔۔۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 63-64)

یہ مضمون تو ابھی انشاء اللہ کافی خطبوں تک جاری رہے گا۔ انشاء اللہ جہاں سے میں نے بات ختم کی ہے آئندہ خطبے میں یہاں سے اس بات کو پھر اٹھاؤں گا۔ انشاء اللہ۔